فقہ المعاملات

کمیشن پر خرید وفروخت سے متعلق استفتاء اور فقہی تحقیق

مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی

استاد شعبہ تخصص فی الفقہ جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں

﴿ذیلی عنوانات﴾

نمبرشمار	ذیلی عنوانات	نمبرشمار	ذیلی عنوانات
1	بروکری کا اصل حکم	2	فقہائے متقدمین میں کراہت کے قائلین
3	موجودہ دور میں مفتیٰ بہ حکم	4	کمیشن کے معاملہ پر تعامل ناس ثابت ہونے پر فقہاء کے تصریحات
5	کمیشن کے جواز کا دوسرا طریقہ	6	جعالہ پر احناف کا تبصرہ
7	جواز پر فقہائے کرام کی تصریحات	8	جانبین سے اجرت لینا
9	اصل بائع یا مشتری کو معلوم کرائے بغیر اجرت لینا	10	خلاصۃ البحث

محترم مفتی صاحب آج کل کمیشن پر خرید وفروخت رائج ہو چکا ہے۔شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

کہ کچھ لوگ دکانوں اور زمین وغیرہ کے خرید وفروخت کا کام کرتے ہیں۔بلکہ انہوں نے اس کیلئے خاص دفاتر بنائے ہیں۔اگر کوئی شخص اپنی دکان یا زمین بیچنا چاہے تو ان لوگوں کے پاس چلا جاتا ہے اور دکان یا زمین ان کے حوالے کر دیتا ہے کہ اس کو بیچ دینا۔تو جب مذکورہ کاروبار والے لوگ اس دکان یا زمین کو فروخت کر لیتے ہیں۔تو یہ لوگ کمیشن لیتے ہیں۔خریدنے والے پارٹی اور بیچنے والے پارٹی سے مثلاً ایک دکان 80000 اسی ہزار کی فروخت ہو جاتی ہے تو اس میں اس کی کمیشن ہوتی ہے اور خریدنے اور بیچنے والے سے کمیشن وصول کرتے ہیں شرعی اعتبار سے درست ہے؟ خادم رسول زمان ولد حبیب الرحمٰن جامعہ المرکز الاسلامی غوریوالہ بنوں

الجواب بعون الملک الوھاب

واضح رہے کہ کمیشن یعنی دلال پر خرید وفروخت فقہ اسلامی میں اس کا تعلق اجارہ یا جعالہ کے ساتھ ہے اس کی حقیقت کچھ یوں ہے۔ کہ ایک شخص بائع اور مشتری کے درمیان میں اگر ان کی خرید وفروخت میں مددگار بنتا ہے اور وہ شخص اس کام پر اجرت لیتا ہے جو عموماً قیمت سے کمیشن کے نام پر فی صد کے حساب سے کاٹ لی جاتی ہے۔

شریعت اسلامیہ کے ماخذ ومنبع اصلی قرآن وسنت میں اس بارے میں کوئی واضح تصریح اور احکام نہیں ملتے ہیں لہذا فقہائے کرام نے استنباط واجتہاد اور قیاس کے سہارے سے اس مسئلہ کا حل نکالا ہے۔لیکن حضرت ابن عباسؓ سے ''قدرے متعلق جو مسئلہ ھذا سے ہے''

روایت ملتی ہے جو صحیح البخاری میں منقول ہے۔

عن ابن عباسؓ قال: نهى رسول الله ﷺ ان يتلقى الركبان، ولا يبيع حاضر لباد، قلت يا ابن عباس ماقوله له يبيع حاضر لباد؟ قال يكون له سمساراً (جلداص:۳۰۳ رقم الحديث:۲۲۷۴)

اس حدیث کے اندر بیع حاضر لبادی یعنی شہری کا گاؤں سے آنے والے بائع (بیچنے والا) سے شہر کے باہر مل کر خرید لینے کو سمسرہ یعنی بروکری کی شکل قرار دی گئی۔ مگر یہ حدیث ہمارے اس مسئلہ کے ساتھ واضح طور متعلق نہیں تاہم کچھ مشابہت ضرور ہے۔ اور فقہ حنفی میں بیع حاضر لبادی کی جو تشریح کی گئی ہے۔ اس میں یہ بات مسلمہ ہے کہ بیع حاضر لبادی اس وقت ناجائز قرار ہوگا جبکہ اس سے تلبیس اور عوام کو ضرر پہنچے۔ اسی علت کو صاحب ھدایہ نے یوں بیان کیا ہے۔

قال وعن بيع الحاضر للبادى، فقد قال عليه الصلاة والسلام لا بيع الحاضر للبادى وهذا اذا اكان اهل البلدة في قحط وعوز، وهو بيع اهل البدو، وطمعا في الثمن العالي لمافيه من الا ضرار بهم اماإذالم يكن كذلك، لابأس به لانعدام الضرر. (۲۹/۳ كتاب البيوع فصل فى ما يكره)

اور اگر معاملہ ایسا نہ ہو تو نفس سمسرہ یعنی دلالی کا حکم کیا ہے اس سے حدیث خاموش ہے، بالآخر قیاس ہی اس کا ملجا رہا۔

بروکری کا اصل حکم:

حنفی مذھب کے متقدمین فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ دلالی پر کمیشن لینا ناجائز اور حرام ہے اور اس کو "اجارة فحل" یعنی نر کو جفتی کیلئے اجارہ پر لینے پر قیاس کیا گیا اور اجارۂ فحل کی حرمت حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ "تجرید" میں ہے۔

مسئله ۱۸۹۳ اجارة السمار قال اصحابنا اذا استاجر رجلا، لبيع له ثوبا، لم يجز وقال الشافعي "يجوز" لنا ان العقد يتناول منفعة عين لا يمكنه إيفائها بنفسه، فوجب ان لايصح العقد اصله اذا استأجره ليحمل له خشبة، لا يقدر الواحد على حملها، لان العقد لم يتناول منفعة المستأجر، ولو قال على ان يتخملها بنفسسك بطل العقد وانما يقع العقد على عمل مطلق وفى مسئلتنا وقع على عمله، لانه لا يجوز أن يؤجل غيره بالشراء وهولا يقدر على ايفاء المعقود عليه. (التجريد:۳۷۹۳/۷)

اور اس عدم جواز کی علت کے طور مختلف وجوہ ذکر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ فتح الباری شرح البخاری میں معقود علیہ کا غیر مقدور التسلیم یعنی جس کام پر اجارہ کیا گیا اس کا ادا کرنا قدرت کے ماتحت نہ ہونا اور غیر متقوم یعنی قابل قیمت نہ ہونا، مجھول ہو وغیرہ کو علت قرار دی ہے۔

وقال وعلى كل تقدير، فبعه، اجرته حرام، لانه غير متقوم، ولامعلوم، ولامقدور على تسليمه (۷۶۱/۴ باب عيب الفحول)

کمیشن کے معاملہ پر مذکورہ علتوں کے موجود ہونے کی تصریحات: فقہائے کرام نے ان علتوں کا کمیشن کے معاملہ پر

موجود ہونے کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں منفعت کی مقدار مجہول ہونے کو علت قرار دی ہے۔

ولو استأجر انسانا البیع له ویشتری، ولم یبین المدة، لم یجز لجهالة قدر منفعة البیع والشراء (۱۸۴/۴)

اور المحیط البرہانی میں اس کا مجہول ہونے کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ولو استأجر انساناً، لیبیع له ویشتری، ولم یبین المدة، لم یجز لجهالة قدر منفعة البیع والشراء قد یتمان بکلمة واحدة، وقد یتمان بکلمات فکان المعقود علیه مجهولا (۳۲۵/۱۱)

اور ''مبسوط للسرخسی'' میں عمل مجہول ہونے اور وہ غیر مقدورا لتسلیم یعنی اس کو ادا کرنا قدرت سے خارج ہونے کی تصریح کی ہے۔

واذا دفع الرجل الی سمسار ألف درهم، وقال اشتر بها زطیالی بأجر عشرة دراهم، فهذا فاسد؛ لأنه استأجر لعمل مجهول، فالشراء قد یتم بکلمة واحدة، وقد لا یتم بعشر کلمات، ثم استأجره علی عمل لا یقدر علی اقامته بنفسه، فان الشراء لا یتم مالم یساعده البائع علی البیع (۱۵/۱۵ باب السمسار)

اسی طرح اجرت کی جہالت کی تصریح عا مینی نے ابوثور کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

وقال ابوثور اذا جعل له فی کل الف شیئا معلوما، لم یجز، لان ذلک غیر معلوم، فان عمل علی ذلک، فله اجره (۸۵/۱۰ کتاب الا جارة باب السمسرہ)

اور ''جامع الفصولین'' میں غیر مقدورالتسلیم ہونا علت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔ احکام الدلالی وما یتعلق به، امر سمسار الیشتری له، او دلالاً لیبیع له ثوبا بدرهم لم تجز الاجارة اذالبیع یتم بالمشتری لا بالدلال ولا یدری متی یجيِ المشتری (۲۱۱/۲)

اور اسی طرح عدم جواز حرمت پر تصریح ''الفقه علی للذاهب الاربعه'' میں ہے

واما الاشیاء المختلف فی جواز استیجارها ومن ذلک اجرة السمسار والدلال، فان الاصل فیه عدم الجواز. (۱۲۹/۳)

اسی طرح ''المحیط البرهانی'' میں ہے

اذا استاجر الرجل سمسارا؛ لیشتری له الکرابیس او استاجر دلالا؛ لیبیع له ویشتری؛ فان لم یتبین لذلک اجل لایجوز وماتواضعوعلیه ان من کل عشرة دنانیر کذا، فذاک حرام علیهم. (۳۵۰/۱۱ بیان مایجوز من الاجارات)

اور ''ردالمحتار'' میں ہے

قال فی التاتار خانیة وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل، وماتواضعوا علیه ان فی کل عشرة دنانیر کذا،

فذالك عليهم. (۶۳/۲)(ط.ایچ ایم سعید)

فقہائے متقدمین میں کراہت کے قائلین:

اور اسی کراہت کے قائلین میں سے ثوری حماد اور ابوثور تھے چنانچہ ''مغنی لابن قدامه''میں ہے۔

(۴۱۹۷)فصل وجوزان یستاجر سمسارا؛لیشتری له ثیابا،ورخص فیه ابن سیرین وعطاء والنخعی وکرهه الثوری وحماد. (۴۶/۶ ط.ایچ ایم سعید)

''عمدة القاری للعینی''میں ہے

وقال ابوثور:اذا حصل له فی کل الف شیئا معلوما،لم یجز؛لان ذلک غیر معلوم،فان عمل علی ذلک فله اجره. (۸۵/۱۰.مطبعه مصطفیٰ کراتشی)

موجودہ دور میں مفتیٰ بہ قول:

دلالی ایک ایسا معاملہ ہے جسکی حاجت ہوتی رہتی ہے،کیونکہ اس میں تعامل ناس ہے جبکہ تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک اور نص کے عموم سے تخصیص جائز ہے۔

جیسا کہ''رسائل ابن عابدین''میں ہے۔

والتعامل حجة،یترك به القیاس،ویخص به الاثروتخصیص النص بالتعامل جائز،الاتری اناجوزنا الاستصناع للتعامل،والاستصناع بیع مالیس عنده،وانه منهی عنه،وتجویز الاستصناع بالتعامل تخصیص منا للنص الذی ورد فی النهی عن بیع مالیس عنده الانسان،لا ترك للنص اصلا لانا عملنا بالنص فی غیرالاستصناع.

قالوا:هذا بخلاف مالوتعامل أهل بلیدة قفیز الطحان،فانه لا یجوز،ولا تکون معاملتهم معتبرة؛لانا لو اعتبرنا معاملتهم کان ترکاللنص أصلا،وبالتعامل لا یجوز ترك النص اصله.وانماتخصیص فترك التعامل من اهل بلدة اخری یمنع التخصیص،فلا یثبت التخصیص بالشك بخلاف التعامل فی الاستصناع؛فانه وجد فی البلاد کلها.انتهی کلام الذخیرة.(۱۱۶/۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تعامل عام ہو یعنی ہر بلاد میں لوگوں کا اس پر ردعمل ہو تو اس میں قیاس کو چھوڑنا اور نصوص کے عموم سے تخصیص کرنا بھی جائز ہے۔

کمیشن کے معاملہ پر تعامل ناس ثابت ہونے پر فقہاء کی تصریحات:

دلالی اور بروکری،جسکو عربی میں سمسرہ بھی کہا جاتا ہے اس میں تعامل ناس ثابت ہے،اور اس کی حاجت ہوتی ہے لہٰذا متاخرین نے اس

پر جواز کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وفی الحاوی لماسئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجو انه لابأس به، وان کان فی الاصل فاسدا، لکثرة التعامل، وکثیر من هذا غیر جائز، فجوزوه لحاجة الناس الیه، کدخول الحمام. (٦/٦٣، مطلب فی اجرة الدلال)

اسی طرح صاحب ''البحر الرائق'' زین الدین بن نجیم اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھتے ہیں:

اجارة المنادی والسمسار والحمام ونحوها جائزة للحاجة، السکوت فی الاجارة رضاء وقبول. (ص:٢٧٠)

اور ''الفقه علی المذاهب الأربعة'' میں عبدالرحمٰن الجزیریؒ نے لکھا ہے:

وأما الاشیاء المختلف فی جواز استیجارها.... ومن ذلک اجرة السمسار والدلال، فان الاصل فیه عدم الجواز، لکنهم اجازوه کحاجة الناس، کدخول الحمام، علی ان الذی تجوز من ذلک انما هو اجر المثل فاذا اتفق شخص مع دلال أومع سمسار علی أن یبیع له ارضا مائة جنیه علی ان یکون له فرشین فی کل جنیه مثلا، فان ذلک لا ینفذ، وانما الذی ینفذ هو ان یأخذ الدلال اجرة مثله فی هذه الحالة. (٣/١٧٢)

اور علامہ عینی سے ابوعبدالملک کا قول نقل کیا۔

اجر السمسار محمولة علی العرف، یقل عن قوم، ویکثر عن قوم، لکن جوزت، لمامضی من عمل الناس علیه علی انها مجهولة، قال ومثل ذلک اجرة الحمام. (١٠/٨٥)

حضرت ظفر احمد عثمانی نے ''اعلاء السنن'' میں اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا ہے۔

قلت والحاصل ان الجهالة الیسیرة عفو فی ماجری به التعامل، لکونها لاتفضی الی النزاع عادة. (١٦/٢١٢)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگرچہ اصل میں کمیشن پر خرید و فروخت کرنا ناجائز تھا لیکن بعد میں لوگوں کا اس معاملہ پر عمل عام ہونے اور اس کی حاجت کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جس معاملہ پر عدم جواز کا حکم قیاس سے ثابت ہوا اس پر لوگوں کا تعامل اور ان کی حاجت کی وجہ سے گنجائش آجاتی ہے، اور قیاس کو چھوڑ کر جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، تاکہ لوگوں پر تنگی نہ ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یرید اللّٰه بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. (اللہ تعالیٰ تم سے آسانی کا ارادہ رکھتا ہے تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا)

جواز کا دوسرا طریقہ اس معاملہ کو جعالہ قرار دینا:

اور بہت سارے فقہاء کرام اس مسئلہ کے جواز کیلئے اس کو اس پہلو میں لے گئے کہ یہ جعالہ ہے، اور جعالہ کہا جاتا ہے کسی عوضِ معلوم کا التزام کرنا کسی معین یا ایسے مجہول عمل پر جس کا علم مشکل ہو۔ جیسا کہ ''الموسوعة الفقهیه'' میں ہے۔

الجعالة هی التزام عوض معلوم علی عمل معین او مجهول عسر علمه وهو عقد علی عمل (٣/٣٢٦)

اورجعالہ کے ارکان میں سے یہ ہے کہ کسی عمل پر عقد کیا جائے جبکہ اس عمل کا معلوم ہونا ضروری نہیں بخلاف اجارہ۔ جیسا کہ ''روضۃ الطالبین للنووی'' میں ہے:

الركن الثالث العمل فماله تجوزا لاجارة عليه من الاعمال لكونه مجهولا،تجوز الجعالة عليه للحاجة. (۳۳۷/۴)

اوران حضرات کا اس کوجعالہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ دلالی میں عقد عمل پر ہوتا ہے۔ اور جب عمل نہ کرے تو اجرت نہیں ملتی اور اس میں جہالت ہوتی ہے کہ بیع میں کتنے کلمات استعمال ہونگے نیز اس میں اجل یعنی مدت متعین نہیں ہوتی جبکہ جعالہ میں یہ سب باتیں ملتی ہیں۔

چنانچہ ''المدونۃ الکبریٰ'' میں ہے۔

قلت هل يجوزا جرالسمسار فی قول مالك؟قال سالت مالكا عن البزاز،يدفع له الرجل المال يشتری له بزا، ويجعل له فی كل مأة يشتری له بهابزا ثلاثة دنا نير،قال:لابأس بذلك،قلت أمن الجعل هذا ام من الاجارة؟ قال هذا من الجعل.........۴۵۶/۴ باب فی جعل السمسار.

اورعلامہ عینی نے لکھا ہے:

اجرة السمسار ضربان اجارةوجعالة......والثانی:لايضرب فيها اجل ،هذا هوالمشهور من المذهب(۸۵/۱۰)

جعالہ پر احناف کا تبصرہ:

لیکن احناف کے نزدیک جعالہ بھی ایک ناجائز معاملہ ہے جیسا کہ ''اعلاء السنن'' میں ہے۔

والجعاله لا يضرب فيها اجل،ولا يستحق فيها شيئا،الا بتمام العمل،وهی فاسدة عندنا لجهالة العمل وله والا جرمعا،اوجهالة احدهما أخری. (۲۰۱/۱۶)

البتہ جعالہ کو بھی تعامل ناس اور حاجت عامہ کی صورت میں جائز قرار دیا گیا، جیسا کہ ابن الملقن نے ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے

الخاصة فی صنورالحاجة العامة تنزل منزلة الضرورة... ..الثالثة الدال علی القلعة بجارية منها يصح للضرورة مع ان الجعل يجب ان يكون معلوما مقدوراعلی تسليمه،مملوكااذاكان معينا،وهذا الشروط مفقودة ههنا. الرابعة الجعالة ثابتة علی خلاف الاصل فی المجهول،لا يمكن ان يستأجرعليه،ومع ذلك،يصح علی العمل علی الاصح (۳۴۶-۳۴۷)

جواز پر فقہائے کرام کی تصریحات:

اسی حاجت کی وجہ سے بہت سارے فقہاء نے کمیشن کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ فقہائے احناف کے اقوال پیچھے گذر چکے ہیں۔ اب دیگر مذاھب کے چند فقہاء کے اقوال ذکر کئے جارہے ہیں۔

فقہ مالکی:

چنانچہ امام مالک، ربیعہ الرائی، یحی بن سعید، کے اقوال ''المدونة الکبریٰ ''میں ہے

قال الليث بن سعد وكتبت الى ربيعة كيف ترى فى رجل،دفع الى صاحب له دنانيريشترى له بابزا ويعطيعه على كل مأة اربعة دنانيز،ان طلبه وحده،قال ابن وهب وبلغنى عن يحى بن سعيد في رجل،يجعل للرجل على كل مأة ثوب يشتريها دينارا قال:لارى على من اعطى دينارااو دينارين على شيئ ،يتباعه له قرب اوبعد بأسا، قال بن وهب قال لى مالك:لا بأس به. (۴۵۶/۴)

فقہ حنبلی:

امام احمدؒ کا مذہب بھی جواز کا ہے جیسا کہ ''المغنی لابن قدامۃ''میں ہے۔ (۴۱۹۷)

ويجوزان يستأجر سمسارايشترى له ثيابا ورخص فيه ابن سيرين وعطاء والنخعي وكرهه الثورى وحماد ولنا انها منفعة مباحة تجوزالنيابة فيها،فجازا لا ستيجار عليه كالبناء.........فان عين العمل دون الزمان فجعل له من كل ألف درهم شيئا معلوماصح ايضا. (۴۶/۶)

فقہ شافعی:

امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ تجرید میں ہے"له ثوبالم يجز". وقال الشافعیؒ يجوز. (۳۶۹۳/۷)

اورامام بخاریؒ نے اس کے جواز پر ابن سیرین،عطاء ابراہیم اورحسن کے مذاہب ذکر کیے ہیں۔

باب اجرالسمسار ولم يرابن سيرين وعطاء وابراهيم والحسن باجر السمسار بأسا. (۳۰۳/۱)

علامہ عینی نے بھی ''عمدۃ القاری''میں فقہاء کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

باب أجرالسمسار وهذا الباب فيه اختلاف للعلماء وقال مالك يجوزان يستأجره على بيع سلعته اذا بين لذلك اجلا،قال وكذلك اذا قال بع هذا الثوب ولك درهم،انه جائز،وان لم يوقت له ثمناوكذلك ان جعل له فى كل مأة دينار شيئا،وهوجعل،وقال احمد:لابأس ان يعطيه من الالف شيئا معلوما. (۸۵/۱۰)

الغرض حاجت وتعامل ناس کے پیش نظر ان ائمہ فقہاء کے مذہب (یعنی بروکر کا بروکری کے کمیشن لینے کے جواز) پرفتویٰ دیا جائے گا، اسی لئے معاصرین کے جماہیر علماء نے اسی پرفتویٰ دیا ہے۔

جانبین سے اجرت لینا: واضح رہے کہ دلال کی دوحیثیتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ ایسا کمیشن ایجنٹ ہو جو صرف بائع یا صرف مشتری کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کا وکیل بنتا ہے۔اورخوداس کی طرف سے عقد کرتا ہے،اس صورت میں صرف اسی سے اجرت لے سکتا ہے

جس کا وہ وکیل ہو۔ دوسرے سے نہیں لے سکتا کیونکہ جب اس نے فریق ثانی کی ترجمانی اور دلالی نہیں کی ،تو وہ اس سے اجرت کا بھی مستحق نہیں ہوتا جیسا کہ ''جامع الفصولین'' میں ہے:

الدلال اذا باع العين بنفسه باذن مالكه ليس له اخذ الدلالة من المشترى،اذا هو العاقد حقيقة،وتجب الدلالة على البائع،اذا قبل بأمر البائع. (۲/۲۱۱)

اور ''المعیار المغرب'' جس میں افریقہ اندلس اور مغرب کے علمائے کرام کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں'' اس میں ہے۔

سئل :إذاأخذالسمسار من المشترى لمكان ماشتراه له،فهل يجوزله الاخذمن البائع ام لا؟

فأجاب :ان تطوع له البائع بشئ جازله،وانما حقه على من اشتراه له،قيل له :فقد قال بعض اصحابنا :ان اعطاه البائع شيئا،فهو للمشترى،الأن يجعله المشترى من ذلك في حل،فقال :انما معنى ذلك اذاكان بشرط،وان لم يكن بشرط،فلا بأس به وامامن اعطاه اياه بشرط،فهو للمشترى. (۸/۳۶۳)

اس حوالہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر بدون شرط ایک کی طرف سے ایجنٹ یا وکیل ہونے کے باوجود اگر دوسرا آدمی بخوشی کچھ دیدے تو وہ اس کے لئے حلال ہے،البتہ دوسرے سے شرط کر کے جو لیا جائے گا وہ مؤکل کا ہوگا۔

دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ کسی کا وکیل نہ بنے بلکہ دونوں جانب یعنی بائع ،مشتری دونوں کو خدمات انجام دے تو دونوں جانب سے اجرت لینا بھی جائز ہے جیسا کہ ''الدر المحتار'' میں ہے:

وأما الدلال فان باع العين بنفسه باذن ربها،فاجرته على البائع،وان سعى بينهما،وباع المالك بنفسه يعتبر العرف وتمامه فى شرح الوهبانية.

وفى هامشه ردالمحتار:

''قوله فاجرته على البائع''وليس له أخذ شيئً من المشترى،لانه هو العاقد حقيقة،شرح الوهبانية.وظاهره انه لا يعتبر العرف هنا لانه لا وجه .'' قوله يعتبر العرف '' فتجب الدلالة على البائع او المشترى اوعليهما بحسب العرف.جامع الفصولين (۴/۵۶۰)

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص اگر کسی ایک کی طرف سے خاص ایجنٹ نہ ہو تو اس کیلئے دونوں طرف سے اجرت لینا جائز ہے ورنہ جس کا ایجنٹ ہو صرف اس سے لے سکتا ہے دوسرے سے نہیں۔

اصل بائع یا مشتری کو معلوم کرائے بغیر اجرت لینا:

رہا یہ مسئلہ کہ اگر بروکر کسی اجرت کی تعیین کے بغیر اور بائع و مشتری کو اصل قیمت کے معلوم کرانے کے بغیر نفع کی ایک مقدار اجرت کے طور

پر لے لیتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ سو اس میں چند صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ اصل بائع و مشتری سے جھوٹ بولا جائے اور ان کو اصل قیمت سے ناواقف رکھ کر تلبیس کے ساتھ بہت زیادہ کمیشن کھالے جو عام رواج میں نہیں لیا جاتا ہے یا اس مبلغ کی اجرت دلالی نہیں بنتی ہے تو یہ غرر اور دھوکہ کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے اسی علت پر بیع حاضر للبادی کو ناجائز قرار دیا گیا جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا کہ اس میں بادی یعنی باہر سے آنے والوں سے تلبیس اور دھوکہ سے کام لے کر نفع کمایا جاتا ہے، لہذا وہ ناجائز اور حرام ہے اور معاصرین میں جن حضرات نے مقدار معلوم کرا کے کمیشن لینے کو ناجائز کہا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔

دوسری یہ کہ شروع میں دھوکہ و تلبیس کی نیت کے بغیر عرف پر بناء کر کے تعیین نہ کی جائے تو یہ ناجائز نہیں کیونکہ جن حضرات فقہاء نے اس معاملہ کو ناجائز کہا ہے انہوں نے بھی جواز کا حیلہ یہ بتایا کہ پہلے اجرت متعین نہ کیجائے پھر کام کر لینے کے بعد اجر مثل دیدیا جائے جبکہ اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ ''مبسوط للسرخسی'' میں ہے

قال ابو یوسف و محمد رحمهما الله. ان شاه أمره بالبیع والشراء،ولم یشترط له اجر فیکون وکیلا معینا له ثم یعوضه بعد الفراغ من العمل مثل الاجر،وابو حنیفةؒ فی هذا لا یخالفهما،فان التعویض فی هبة الأعیان مندوب الیه عند الکل،فکذلك فی هبة المنافع وانماجزاء الاحسان الاحسان (۱۵/۱۱۵ ط. دار الکتب العلمیة)

اور ''**المحیط البرهانی**'' میں ہے:

والحیلة فی ذلك من وجهین........ الثانیة ان یأمره ان یبیعه ویشتری له شیئا فیکون معینا له،ثم یعوضه بعد الفراغ من العمل بمثل ذلك الاجر (۱۱/۳۲۵)

البتہ اس صورت میں عمل کے بعد بھی معلوم نہ کرائے تو کیا حکم ہے؟ سو اس کی بناء اس بات پر ہے کہ آیا شروع میں اجرت متعین نہ کرے تو بعد میں دلال اجرت کا مستحق اور اجرت اس کا شرعی حق ہے یا نہیں؛ اس بارے میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''المحیط البرہانی'' میں تصریح ملتی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

لأن هذا اسعانة ابتداء واجارة انتهاء،لهذا قال مشائخنا رحمهم الله. یجبر علی اعطاء العوض اذاامتنع،ثم فی السمسار،وجمیع ماکان فاسدا من ذلك،اذا باع واشتری،فله اجر المثل،ولا یجاوزبه المسمی کما فی سائر الاجارات الفاسدة. (۱۱/۳۲۵)

اس حوالے میں اس کو انتہاء اجارہ قرار دیا اور اس کو عوض دینے سے انکار کرے تو اس کو اجرت دینے پر مجبور کرنے کا جواز نقل کیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اجارہ کی اجرت پھر اس کو ادا کرنے پر مجبور کرنا جب ہو سکتا ہے جب یہ حق ہو۔

اب اگر معاملہ ایسا ہو کہ اگر بعد میں مقدار اجرت معلوم کرائے تو وہ اجر مثل نہیں دیگا تب تو وہ اپنا حق جبراً لے سکتا ہے اور بغیر معلوم کرائے بھی لے سکتا ہے اس کو ''ظفر علی المال'' کہا جاتا ہے جس کو امام صاحب کے ایک قول کے مطابق جائز ہے چنانچہ علامہ ابن حجر نے

ھند بنت عتبة کے حدیث کے بعد لکھا ہے۔

عن عائشة ان هندا بنت عتبة قالت يا رسول الله ان أباسفيان رجل شحيح،وليس يعطى ما يكفيني واولادى الا مااخذت منه،وهو ال يعلم،فقال خذى مايكفيك وولدك، (رواه البخارى رقم :٥٣٦٤)

اور"فتح البارى"لابن حجر ميں هے:

واستدل به على أن من له عند غيره حق،وهو عاجز عن استيفائه،جازله أن ياخذ من ماله قدرحقه بغير اذنه،وهو قول الشافعي وجماعة تسمى مسئلة الظفر،والراجح عندهم لا يأخذ غير جنس حقه،الااذاتعذر جنس حقه، عن أبي حنيفة المنفع،وعنه يأخذ جنس حقه ولا يأخذ من غير جنس حقه،الا أحدالنقدين بدل الآخر(٥٠٩/٩

اوراگراصل بائع یامشتری اجرمثل دینے سے منکر نہ ہوتو بغیراجرت معلوم کرائے اجرت لے لینامناسب نہیں ہے اگرچہ عرف پر بناء کرتے ہوئے جائز ہے لیکن احتراز اولیٰ اورافضل ہے۔

خلاصة البحث :

کمیشن پرخریدوفروخت کاپیشہ مباح ہے۔اوراپنی محنت اورکام کے موافق پہلے سے مناسب اجرت طے کردی جائے۔تو طے کردہ اجرت ایک فریق (پارٹی) سے بھی لے سکتاہے اوردونوں فریق سے بھی۔البتہ اُجرت طے شدہ اورمتعین ہوناچاہیئے۔فیصد کی صورت میں ہو یامتعین رقم کی صورت میں ہو۔معاملہ مبہم نہیں رہناچاہیئے۔والله اعلم بالصواب۔

اہل علم کی دلچسپی کے لئے مجلس التحقیق الفقہی کے مجلّات

زیرنگرانی: مولاناسیدنسیم علی شاہ الہاشمی

(1) سہ ماہی المباحث الاسلامیہ (اُردو): سائنس وٹیکنالوجی کے تحقیقات وایجادات سے پیش آنے والے مسائل کافقہی حل اہم اورجدید مسائل پرمشتمل علمی تحقیق کاحامل اورفکرِ اسلامی کاترجمان

صفحات: 136 زرتعاون سالانہ: 240روپے

(2) ششماہی البحوث الاسلامیہ (عربی): اہم اورجدیدمسائل پرمشتمل پاکستان اورعالم اسلام کے جیدعلماء کی علمی تحقیق (عربی زبان میں)

صفحات: 136 زرتعاون: 200روپے

برائے رابطہ: ناظم دفترمجلس التحقیق الفقہی جامعہ المرکزالاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈبنوں

فون: 0092-928-331353 فیکس: 331355